نظرات

پچھلے دنوں اسلام آباد میں ۷ رسے ۱۰ رمارچ تک پندرھویں صدی ہجری کی تقریبات کے سلسلہ میں جو ایک عظیم الشان بین الاقوامی کانفرنس "دنیا کی تہذیب و تمدن کی ترقی میں اسلام کا حصہ" کے موضوع پر ہوئی تھی اس کی تقریب سے راقم الحروف کا پاکستان میں قیام ۵ رمارچ سے ۴ر اپریل تک یعنی پورے ایک مہینہ رہا۔ اس مدت میں اسلام آباد کے علاوہ کراچی اور لاہور بھی جانا ہوا۔ ہر جگہ اعزاء واقربا اور دوستوں سے ملاقاتیں اور گفتگوئیں ہوئیں۔ علمی ادبی اور دینی ادارے دیکھے، تقریریں بھی ہوئیں، پاکستان کی سماجی، اقتصادی، مذہبی اور اخلاقی زندگی اور سیاسی مدوجزر کا بنظر غائر مطالعہ کیا۔ اس سفر سے پہلے ۱۹۷۶ء میں بھی پہلی عالمی سیرت کانفرنس کے سلسلہ میں پاکستان جانا ہوا تھا جس کو اب پانچ برس ہوتے ہیں لیکن آج کا پاکستان مختلف اعتبارات سے اُس پاکستان سے مختلف ہے جو ۱۹۷۶ء میں بھٹو گورنمنٹ کے زیر سایہ تھا۔ پاکستان ہندوستان کا پڑوسی ملک ہے اور پڑوسی بھی وہ جس کو قرآن مجید میں جارِ ذِی القُربیٰ فرمایا گیا ہے یعنی ایسا پڑوسی جس سے تعلق صرف قرب مکانی کا نہیں، بلکہ عزیزداری اور قرابت کا رشتہ بھی ہے۔ اس بنا پر دونوں کا ایک دوسرے سے متاثر ہونا اور ایک دوسرے کے احوال وکوائف سے باخبر رہنے کا جذبہ اور خواہش ایک امر طبعی اور ناگزیر ہے۔ یہی وجہ ہے کہ اگرچہ اپنے بعض خاص حالات و کوائف کے باعث میرا موڈ لکھنے کا نہیں تھا، متعدد احباب اور ارباب علم کے اصرار پر کانفرنس

کی روئداد اور پاکستان کے اپنے مشاہدات وتاثرات کو قلمبند کرکے قسط وار بعنوان "پاکستان امروز" شائع کرنے کا ارادہ کرلیا ہے۔ والاتمام من اللہ۔

سردست ان سطور کا مقصد اُن جذبات تشکر و امتنان کا اظہار ہے جو انڈین ڈیلی گیشن کے ساتھ پاکستان گورنمنٹ کے غیر معمولی اعزاز و اکرام کا معاملہ کرنے سے متعلق ہیں، بھٹو گورنمنٹ کے عہد میں بھی اگرچہ اندرون ملک ہندوستانی مندوبین کی بڑی خاطر تواضع ہوئی تھی لیکن پاکستان کی آمدورفت کے اخراجات ان کو خود برداشت کرنے پڑے تھے، پھر پاکستان پہنچکر پولیس میں رپورٹ کرنے کا جو عام قانون ہے اس سے بھی مستثنیٰ نہیں کیا گیا تھا لیکن اس مرتبہ دونوں میں سے کوئی بات نہیں ہوئی۔ انڈین ڈیلی گیشن گیارہ افراد پر مشتمل تھا اور اس میں بمبئی، احمد آباد اور پٹنہ تک کے حضرات تھے، گورنمنٹ نے ان سب کے لیے روانگی کے مقام سے اسلام آباد تک آمدورفت کے لیے ہوائی جہاز کے ٹکٹوں کا انتظام کیا اور ہوائی جہاز کے سفر میں ایرپورٹ میں داخل ہونے اور جہاز میں بیٹھنے کے جو انتظامات ہوتے ہیں ان کا تکفل بھی خود کیا۔ کوئی شخص اپنے ساتھ خواہ کتنا ہی سامان لے جائے اس کو بھی فری آف چارج کردیا گیا، پھر اگرچہ کانفرنس اسلام آباد میں چار دن کی تھی، لیکن جس شخص نے لاہور، کراچی وغیرہ جہاں کہیں جانا چاہا اس کے ویزا میں ایک مہینہ کی توسیع کرکے اس کو وہاں کے لیے ہوائی جہاز کا ٹکٹ دے کر ریزرویشن بھی کرادیا گیا، علاوہ ازیں پولیس میں رپورٹ کرنے کی زحمت بھی نہیں ہوئی۔

۷ مارچ کی صبح کو عظیم الشان نیشنل اسمبلی ہال میں صدر مملکت جنرل ضیاء الحق صاحب نے اردو زبان میں اپنی تقریر دلپذیر سے کانفرنس کا افتتاح کیا اور پھر سیمینار کی غرض سے موضوعات بحث ونظر کے مطابق مندوبین دو کمیٹیوں میں بٹ گئے، راقم الحروف اور ہندوستانی وفد کے اکثر ارکان کے نام کمیٹی نمبر ایک میں تھے، یہی بڑی کمیٹی تھی اور اس کے اجلاس نیشنل اسمبلی ہال میں ہوتے رہے، ۸ مارچ کی صبح کو ایک امریکن اور بڑی لائق وفاضل خاتون کی صدارت میں کمیٹی نمبر ایک کا جلسہ شروع ہوا تو

پہلا مقالہ میرا ہی "اسلام میں علم کا تصور اور اس کی اہمیت" تھا۔ مقالات سب چھپے ہوئے تھے اور حسب قاعدہ مندوبین میں پہلے ہی تقسیم کر دیے گئے تھے، مقالات کا پورا پڑھنا ناممکن تھا اس لیے ہر مقالہ نگار کے لیے دس منٹ مقرر کر دیے گئے کہ اس میں مقالہ کا خلاصہ بیان کر دے، لیکن اس ضابطہ کے ماتحت جب دس منٹ گذر جانے پر میں اپنی تقریر ختم کرنے لگا تو جناب صدر نے ادبدا کے فرمایا: آپ کے لیے پانچ منٹ مزید ہیں" میں نے اس خصوصی مراعات پر صدر کا شکریہ ادا کیا اور پندرہ منٹ تقریر کی۔

کافی اور چائے کے وقفہ کے بعد ۱۱ بجے دوسرا اجلاس شروع ہوا تو پہلے سے چھپے ہوئے پروگرام کے مطابق اس اجلاس کی صدارت میں نے کی جس پر انڈین ڈیلی گیشن نے خوشی اور ممنونیت کا اظہار کیا، پروگرام میں ایک جلسہ کی صدارت کے لیے مولانا سید ابوالحسن علی میاں کا نام بھی چھپا ہوا تھا لیکن وہ تو اسلام آباد پہنچے ہی نہ تھے، پھر ۱۰ مارچ کو کانفرنس کے اختتامیہ اجلاس میں تمام مندوبین میں سے جن پانچ حضرات کا انتخاب کیا گیا تھا ان میں ایک نام خاکسار راقم الحروف کا بھی تھا۔ چنانچہ عجیب اتفاق ہے جس طرح کمیٹی نمبر ایک کے ماتحت سیمینار کا آغاز میری تقریر سے ہوا تھا کانفرنس کا اختتام بھی راقم الحروف کی تقریر پر ہوا انڈین ڈیلی گیشن اس لطف و کرم اور عزت افزائی پر پاکستان گورنمنٹ اور ارباب کانفرنس کا تہ دل سے شکر گذار ہے، جیسا کہ سب کو معلوم ہے پاکستان سے جو ارباب علم و ادب وقتاً فوقتاً ہندوستان کے مختلف سیمیناروں اور کانفرنسوں وغیرہ میں شرکت کے لیے آتے ہیں ان کے ساتھ بھی گورنمنٹ آف انڈیا اور عوام و خواص کا معاملہ ایسا ہی یگانگت اور احترام و تکریم کا ہوتا ہے، بے شبہہ یہ صورت حال دونوں قریبی ہمسایہ ملکوں میں خوشگوار تر تعلقات کے لیے ایک فال نیک ہے۔

نامناسب نہ ہوگا اگر اس موقع پر یہ گذارش بھی کی جائے کہ ان دونوں ہمسایہ ملکوں میں باہم طلبا اور اساتذہ کے تبادلہ کا قانون نہیں ہے، حالانکہ دور دراز کے دوسرے ملکوں کے ساتھ ان کے تعلقات اس قسم کے ہیں اور ان پر عمل ہو رہا ہے، اعتماد سے اعتماد پیدا ہوتا ہے اور خوف سے خوف، اگر ان دونوں ملکوں میں بھی اس قسم کا ربط پیدا ہو جائے جس کی تجویز بارہا ہو چکی ہے تو تعلیمی اعتبار سے ہر ایک کے لیے مفید ہونے کے علاوہ سیاسی تعلقات کو زیادہ سے زیادہ خوشگوار بنانے میں بھی ان سے مدد مل سکتی ہے، یہ وقت کی بڑی اہم ضرورت ہے، اس پر خاطر خواہ توجہ ہونی چاہیے۔